# سُورۃُ البقرۃ

## آیات ۲۴۳ تا ۲۵۳

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَ ہُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ ۪ فَقَالَ لَہُمُ
اللّٰہُ مُوۡتُوۡا ۟ ثُمَّ اَحۡیَاہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا
یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾ وَ قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنۡ ذَا
الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً ؕ وَ اللّٰہُ یَقۡبِضُ
وَ یَبۡصُۜطُ ۪ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ
مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّہُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ قَالَ ہَلۡ عَسَیۡتُمۡ
اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ قَدۡ
اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ ؕ
وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ لَہُمۡ نَبِیُّہُمۡ اِنَّ اللّٰہَ قَدۡ بَعَثَ لَکُمۡ طَالُوۡتَ مَلِکًا ؕ
قَالُوۡۤا اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہُ الۡمُلۡکُ عَلَیۡنَا وَ نَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡکِ مِنۡہُ وَ لَمۡ یُؤۡتَ سَعَۃً مِّنَ
الۡمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰىہُ عَلَیۡکُمۡ وَ زَادَہٗ بَسۡطَۃً فِی الۡعِلۡمِ وَ الۡجِسۡمِ ؕ وَ اللّٰہُ
یُؤۡتِیۡ مُلۡکَہٗ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَ قَالَ لَہُمۡ نَبِیُّہُمۡ اِنَّ اٰیَۃَ مُلۡکِہٖۤ اَنۡ
یَّاۡتِیَکُمُ التَّابُوۡتُ فِیۡہِ سَکِیۡنَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوۡسٰی وَ اٰلُ ہٰرُوۡنَ
تَحۡمِلُہُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا فَصَلَ
طَالُوۡتُ بِالۡجُنُوۡدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ مُبۡتَلِیۡکُمۡ بِنَہَرٍ ۚ فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡہُ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ ۚ
وَ مَنۡ لَّمۡ یَطۡعَمۡہُ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡۤ اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَۃًۢ بِیَدِہٖ ۚ فَشَرِبُوۡا مِنۡہُ اِلَّا قَلِیۡلًا
مِّنۡہُمۡ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَہٗ ہُوَ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ ۙ قَالُوۡا لَا طَاقَۃَ لَنَا الۡیَوۡمَ بِجَالُوۡتَ
وَ جُنُوۡدِہٖ ؕ قَالَ الَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوا اللّٰہِ ۙ کَمۡ مِّنۡ فِئَۃٍ قَلِیۡلَۃٍ غَلَبَتۡ فِئَۃً
کَثِیۡرَۃًۢ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۲۴۹﴾ وَ لَمَّا بَرَزُوۡا لِجَالُوۡتَ وَ جُنُوۡدِہٖ قَالُوۡا

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ۝ فَهَزَمُوۡهُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوۡتَ وَاٰتٰٮهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَـقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝ تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ‌ۘ مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ وَاَيَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقۡتَتَلَ الَّذِيۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنٰتُ وَلٰـكِنِ اخۡتَلَفُوۡا فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ كَفَرَ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقۡتَتَلُوۡا ۙ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَفۡعَلُ مَا يُرِيۡدُ ۝

اب جو دو رکوع زیر مطالعہ آ رہے ہیں یہ اس اعتبار سے بہت اہم ہیں کہ ان میں اس جنگ کا تذکرہ ہے جس کی حیثیت گویا تاریخ بنی اسرائیل کے غزوۂ بدر کی ہے۔ قبل ازیں یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ حضرت موسیٰ d کے بعد بنی اسرائیل نے یوشع بن نون کی سرکردگی میں جہاد وقتال کیا تو فلسطین فتح ہو گیا۔ لیکن انہوں نے ایک مستحکم حکومت قائم کرنے کی بجائے چھوٹی چھوٹی بارہ حکومتیں بنا لیں اور آپس میں لڑتے بھی رہے۔ لیکن تین سو برس کے بعد پھر یہ صورت حال پیدا ہوئی کہ جب ان کے اوپر دنیا تنگ ہو گئی اور آس پاس کی کافر اور مشرک قوموں نے انہیں دبا لیا اور بہت سوں کو اُن کے گھروں اور ان کے ملکوں سے نکال دیا تو پھر تنگ آ کر انہوں نے اُس وقت کے نبی سے کہا کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ یعنی سپہ سالار مقرر کر دیجیے' اب ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے۔ چنانچہ وہ جو جنگ ہوئی ہے طالوت اور جالوت کی' اس کے بعد گویا بنی اسرائیل کا دورِ خلافت راشدہ شروع ہوا۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کا یہ دور جسے میں ''خلافت راشدہ'' سے تعبیر کر رہا ہوں' ان کے رسولؑ کے انتقال کے تین سو برس بعد شروع ہوا' جبکہ اِس اُمت مسلمہ کی خلافت راشدہ رسول اللہﷺ کے زمانے کے ساتھ متصل ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام j نے جانیں دیں' خون دیا' قربانیاں دیں اور اس کے نتیجے میں رسول اللہﷺ کی زندگی ہی میں دین غالب ہو گیا اور اسلامی ریاست قائم ہو گئی۔ نتیجتاً آپؐ کے انتقال کے بعد خلافت کا دَور شروع ہو گیا' لیکن وہاں تین سو برس گزرنے کے بعد ان کا دَورِ خلافت آیا ہے۔ اس میں بھی تین خلافتیں تو متفق علیہ ہیں۔ یعنی حضرت طالوت' حضرت داؤد اور حضرت سلیمان e کی خلافت۔ لیکن چوتھی خلافت پر آ کر تقسیم ہو گئی۔ جیسے حضرت علی h خلیفۂ رابع کے زمانے میں عالم اسلام منقسم ہو گیا کہ مصر اور شام نے حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ اسی طرح فلسطین کی مملکت حضرت سلیمانؑ کے دو

بیٹوں میں تقسیم ہوگئی' اور اسرائیل اور یہودیہ کے نام سے دو ریاستیں وجود میں آ گئیں۔ قرآن حکیم میں اس مقام پر طالوت اور جالوت کی اس جنگ کا تذکرہ آ رہا ہے جس کے بعد تاریخ بنی اسرائیل میں اسلام کے غلبے اور خلافتِ راشدہ کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہ درحقیقت صحابہ کرام j کو ایک آئینہ دکھایا جا رہا ہے کہ اب یہی مرحلہ تمہیں درپیش ہے' غزوۂ بدر پیش آیا چاہتا ہے۔

**آیت ۲۴۳** ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ﴾ ''کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جو نکل کھڑے ہوئے اپنے گھروں سے''

﴿وَ ہُمۡ اُلُوۡفٌ﴾ ''جبکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے''

﴿حَذَرَ الۡمَوۡتِ ۪﴾ ''موت کے ڈر کی وجہ سے۔''

یعنی جب کفار اور مشرکین نے ان پر غلبہ کر لیا اور یہ دہشت زدہ ہو کر' اپنے ملک چھوڑ کر' اپنے گھروں سے نکل بھاگے۔

﴿فَقَالَ لَہُمُ اللّٰہُ مُوۡتُوۡا ۟﴾ ''تو اللہ نے ان سے کہا کہ مرجاؤ!''

﴿ثُمَّ اَحۡیَاہُمۡ ؕ﴾ ''پھر (اللہ نے) انہیں زندہ کیا۔''

یہاں موت سے مراد خوف اور بزدلی کی موت بھی ہوسکتی ہے جو اُن پر بیس برس طاری رہی' پھر سیموئیل نبی کی اصلاح و تجدید کی کوششوں سے ان کی نشأۃِ ثانیہ ہوئی اور اللہ نے ان کے اندر ایک جذبہ پیدا کر دیا۔ گویا یہاں پر موت اور احیاء سے مراد معنوی اور روحانی و اخلاقی موت اور احیاء ہے۔ لیکن بالفعل جسدی موت اور احیاء بھی اللہ کے اختیار سے باہر نہیں' اس کی قدرت میں ہے' وہ سب کو مار کر بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔''

اکثر لوگ شکر گزاری کی روش اختیار کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے احسانات کی ناقدری کرتے ہیں۔

اب سابقہ اُمت مسلمہ کے ''غزوۂ بدر'' کا حال بیان کرنے سے پہلے مسلمانوں سے گفتگو ہو رہی ہے۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ ان کی ہدایت کے لیے بیان ہو رہا ہے' تاریخ بیان کرنا قرآن کا مقصد نہیں ہے۔ یہ تو محمدٌ رسول اللہ ﷺ کی انقلابی جدوجہد کی تحریک جس مرحلے سے گزر رہی تھی اور انقلابی عمل جس سٹیج پر پہنچ چکا تھا اس کی مناسبت سے سابقہ اُمت مسلمہ کی تاریخ سے واقعات بھی لائے جا رہے ہیں اور اُسی کی مناسبت سے احکام بھی دیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

**آیت ۲۴۴** ﴿وَ قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾ ''اور جنگ کرو اللہ

کی راہ میں‘ اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

**آیت ۲۴۵** ﴿مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً﴾ ’’کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے تو اللہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھاتا رہے۔‘‘

جو انفاق خالص اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے کیا جاتا ہے اسے اللہ اپنے ذمے قرضِ حسنہ سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم میرے دین کو غالب کرنا چاہتے ہو‘ میری حکومت قائم کرنا چاہتے ہو‘ تو جو کچھ اس پر خرچ کرو گے وہ مجھ پر قرض ہے‘ جسے میں کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کروں گا۔

﴿وَاللّٰہُ یَقۡبِضُ وَیَبۡصُۜطُ﴾ ’’اور اللہ تنگ دستی بھی دیتا ہے اور کشادگی بھی دیتا ہے۔‘‘

اللہ ہی کے اختیار میں ہے کسی چیز کو سکیڑ دینا اور کھول دینا‘ کسی کے رزق کو تنگ کر دینا یا اس میں کشائش کر دینا۔

﴿وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾ ’’اور اسی کی طرف تمہیں لوٹا دیا جائے گا۔‘‘

یہاں دیکھئے جہاد بالنفس اور جہاد بالمال دونوں چیزوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ جہاد بالنفس کی آخری شکل قتال ہے اور جہاد بالمال کے لیے پہلے لفظ ’’انفاق‘‘ آ رہا تھا‘ اب قرضِ حسنہ لایا جا رہا ہے۔

**آیت ۲۴۶** ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ﴾ ’’کیا تم نے غور نہیں کیا بنی اسرائیل کے سرداروں کے معاملے میں‘ جو انہیں موسیٰؑ کے بعد پیش آیا؟‘‘

﴿اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّہُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ﴾ ’’جبکہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجیے‘ تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔‘‘

یہاں بادشاہ سے مراد امیر اور سپہ سالار ہے۔ ظاہر بات ہے کہ نبی کی موجودگی میں بلند ترین مرتبہ تو نبی ہی کا رہے گا‘ لیکن ایک ایسا امیر نامزد کر دیجیے جو نبی کے تابع ہو کر جنگ کی سپہ سالاری کر سکے۔ میں حدیث بیان کر چکا ہوں کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کوئی نہ کوئی نبی ضرور موجود رہا ہے۔ اُس وقت سیموئیل نبی تھے جن سے سردارانِ بنی اسرائیل نے یہ فرمائش کی تھی۔

﴿قَالَ ہَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ﴾ ’’انہوں نے کہا کہ تم سے اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ جب تم پر جنگ فرض کر دی جائے تو اُس وقت تم جنگ نہ کرو۔‘‘

یعنی ابھی تو تمہارے بڑے دعوے ہیں‘ بڑے جوش و خروش اور بہادری کا اظہار کر رہے ہو‘ لیکن کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جنگ کی اجازت بھی لوں اور تمہارے لیے کوئی سپہ سالار یا بادشاہ بھی مقرر کر دوں اور پھر تم جنگ سے کنی کترا جاؤ؟

﴿قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ ’’انہوں نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں؟‘‘

﴿وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا﴾ ’’جبکہ ہمیں نکال دیا گیا ہے ہمارے گھروں سے اور اپنے بیٹوں سے۔‘‘

دشمنوں نے ان کے بیٹوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو باندیاں بنالیا تھا اور یہ اپنے ملکوں سے خوف کے مارے بھاگے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ اب ہم جنگ نہیں کریں گے تو کیا کریں گے؟

﴿فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ﴾ ’’پھر جب ان پر جنگ فرض کردی گئی‘‘

﴿تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ﴾ ’’تو سب پیٹھ پھیر گئے‘ سوائے ان کی ایک قلیل تعداد کے۔‘‘

یہ گویا مسلمانوں کو تنبیہہ کی جارہی ہے کہ تم بھی بہت کہتے رہے ہو کہ حضور ہمیں جنگ کی اجازت ملنی چاہیے‘ لیکن ایسا نہ ہو کہ جب جنگ کا حکم آئے تو وہ تمہیں ناگوار گزرے۔ آیت ۲۱۶ میں ہم یہ الفاظ پڑھ چکے ہیں: ﴿كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ﴾ ’’تم پر جنگ فرض کی گئی ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے‘‘۔

﴿وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ○﴾ ’’اور اللہ ایسے ظالموں سے خوب باخبر ہے۔‘‘

**آیت ۲۴۷** ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا﴾ ’’اور اُن سے کہا ان کے نبیؑ نے کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کردیا ہے۔‘‘

ان کا نام تورات میں ساؤل (Saul) آیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اصل نام ساؤل ہو‘ لیکن چونکہ وہ بہت قدآور تھے اس لیے ان کا ایک صفاتی نام یا لقب ’’طالوت‘‘ ہو۔ طالوت کے معنی ’’لمبے تڑنگے‘‘ کے ہیں۔

﴿قَالُوْآ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا﴾ ’’انہوں نے کہا کہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اسے ہمارے اوپر بادشاہت ملے؟‘‘

﴿وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ﴾ ’’جبکہ ہم اس سے زیادہ حق دار ہیں بادشاہت کے‘‘

﴿وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ﴾ ’’اور اسے تو مال کی وسعت بھی نہیں دی گئی۔‘‘

وہ تو مفلس ہے‘ اسے تو اللہ تعالیٰ نے زیادہ دولت بھی نہیں دی ہے۔ کیونکہ ان کے معیارات یہی تھے کہ جو دولت مند ہے وہی صاحب عزت ہے۔

﴿قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰهُ عَلَیْكُمْ﴾ ’’نبیؑ نے کہا: (اب جو چاہو کہو) یقیناً اللہ نے اس کو چن لیا ہے تم پر۔‘‘

یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ اللہ کا فیصلہ (Divine Decision) ہے‘ جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اللہ نے اُسی کو تمہاری سرداری کے لیے چنا ہے۔

﴿وَزَادَهٗ بَسۡطَةً فِي الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ﴾ ’’اور اسے کشادگی عطا کی ہے علم اور جسم دونوں چیزوں میں۔‘‘

وہ نہ صرف قد آور اور طاقت ور ہے بلکہ اللہ نے اسے علم اور فہم بھی وافر عطا فرمایا ہے‘ اسے امورِ جنگ سے بھی واقفیت ہے۔ تمہارے نزدیک عزت اور سرداری کا معیار دولت ہے‘ مگر اللہ نے اسے ان دو چیزوں کی بناء پر چنا ہے۔ ایک تو وہ جسمانی طور پر مضبوط اور طاقتور ہے۔ اُس دور میں ظاہر بات ہے اس کی بہت ضرورت تھی۔ اور دوسرے یہ کہ اسے علم‘ فہم‘ سمجھ اور دانش دی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ يُؤۡتِيۡ مُلۡكَهٗ مَنۡ يَّشَآءُ﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی بادشاہت دے دیتا ہے۔‘‘

اللہ کو اختیار ہے کہ اپنا ملک جس کو چاہے دے‘ وہ جسے چاہے اپنی طرف سے اقتدار بخشے۔

﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ۝﴾ ’’اور اللہ بہت سمائی والا ہے‘ سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

اس کی وسعت اتھاہ ہے‘ کوئی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا‘ اور وہ بڑا علم رکھنے والا ہے‘ سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ جس کو جو کچھ دیتا ہے بر بنائے علم دیتا ہے کہ کون اس کا مستحق ہے۔

**آیت ۲۴۸** ﴿وَقَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ اِنَّ اٰيَةَ مُلۡكِهٖۤ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ التَّابُوۡتُ فِيۡهِ سَكِيۡنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوۡسٰى وَاٰلُ هٰرُوۡنَ تَحۡمِلُهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ﴾ ’’اور ان سے کہا ان کے نبی نے کہ طالوت کی بادشاہت کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائے گا (جو تم سے چھن چکا ہے) جس میں تمہارے لیے تسکین کا سامان ہے تمہارے ربّ کی طرف سے اور کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ہارونؑ کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں‘ وہ صندوق فرشتوں کی تحویل میں ہے۔‘‘

طالوت کی امارت اور بادشاہی کی علامت کے طور پر وہ صندوق تمہارے پاس واپس آ جائے گا۔ اصل میں یہ ’’تابوتِ سکینہ‘‘ لکڑی کا ایک بہت بڑا صندوق تھا‘ جس میں بنی اسرائیل کے انبیاء کرام f کے تبرکات محفوظ تھے۔ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ صندوق اب بھی مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگ میں موجود ہے۔ انہوں نے بعض ذرائع سے فوٹو لے کر اس کی دستاویزی فلم بھی دکھا دی ہے۔ یہ ’’تابوتِ سکینہ‘‘ حضرت سلیمان d کے تعمیر کردہ ہیکل کے تہہ خانے میں رکھا ہوا تھا اور وہیں پر ربائی (رَبَّانِيِّيۡنَ) بھی موجود تھے۔ جب اس ہیکل کو منہدم کیا گیا تو وہ اسی میں دب گئے۔ وہ تہہ خانہ چاروں طرف سے بند ہو گیا ہوگا اور ان کی لاشیں اور تابوتِ سکینہ اس کے اندر ہی ہوں گے۔ تابوت سکینہ میں بنی اسرائیل کے لیے بہت بڑی روحانی تسکین کا سامان تھا کہ ہمارے پاس حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون e کے تبرکات ہیں۔ اس میں عصائے

موسیٰ بھی تھا اور وہ الواح بھی جو حضرت موسیٰ ؑ کو کوہِ طور پر دی گئی تھیں اور جن پر تورات لکھی ہوئی تھی۔ اس تابوت کو دیکھ کر بنی اسرائیل کو اسی طرح تسکین ہوتی تھی جیسے ایک مسلمان کو خانۂ کعبہ کو دیکھ کر تسکین ہوتی ہے۔ اسرائیلیوں کو جب ان کے پڑوسی ملکوں نے شکست دی تو وہ تابوت سکینہ بھی چھین کر لے گئے۔ پوری قوم نے اس عظیم سانحے پر ماتم کیا اور اسے بنی اسرائیل سے ساری عزت وحشمت چھن جانے سے تعبیر کیا گیا۔ چنانچہ اس سے ان کے حوصلے مزید پست ہوگئے۔ اب جبکہ اسرائیلیوں نے جنگ کا ارادہ کیا اور وقت کے نبی حضرت سیموئیل نے طالوت کو ان کا امیر مقرر کیا تو انہیں یہ بھی بتایا کہ طالوت کو اللہ کی طرف سے نامزد کیے جانے کی ایک علامت یہ ہوگی کہ تمہاری تسکین کا سامان ''تابوت سکینہ'' جو تم سے چھن گیا تھا' ان کے عہد امارت میں تمہیں واپس مل جائے گا اور اس وقت وہ فرشتوں کی تحویل میں ہے۔ ہوا یہ کہ ان کے دشمن جب تابوت چھین کر لے گئے تو وہ ان کے لیے ایک مصیبت بن گیا۔ وہ اسے جہاں رکھتے وہاں طاعون اور دوسری وبائیں پھوٹ پڑتیں۔ بالآخر انہوں نے اسے نحوست کا باعث سمجھتے ہوئے ایک چھکڑے پر رکھا اور بیلوں کو ہانک دیا کہ جدھر چاہیں لے جائیں۔ بیل سیدھے چلتے چلتے اسے بنی اسرائیل کے علاقے میں لے آئے۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ فرشتوں کی راہنمائی سے ہوا۔ اس طرح وہ تابوتِ سکینہ ان کے پاس واپس پہنچ گیا جو برسوں پہلے ان سے چھن چکا تھا۔

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّـکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''یقیناً اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ماننے والے ہو۔''

**آیت ۲۴۹** ﴿فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوۡتُ بِالۡجُنُوۡدِ ۙ﴾ ''پھر جب طالوت ؑ اپنے لشکروں کو لے کر چلے''

﴿قَالَ اِنَّ اللّٰہَ مُبۡتَلِیۡکُمۡ بِنَہَرٍ ۚ﴾ ''تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے گا ایک دریا سے (یعنی دریائے اُردن)۔''

﴿فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡہُ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ ۚ﴾ ''تو جو اس میں سے (پیٹ بھر کر) پانی پیے گا وہ میرا ساتھی نہیں ہے۔''

﴿وَمَنۡ لَّمۡ یَطۡعَمۡہُ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡۤ﴾ ''اور جو اُس میں سے پانی نہیں پیے گا وہ میرا ساتھی ہے''

﴿اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَۃًۢ بِیَدِہٖ ۚ﴾ ''سوائے اس کے کہ کوئی اپنے ہاتھ سے صرف چلو بھر پانی لے کر پی لے۔''

اصل میں ہر کمانڈر کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ کسی بھی بڑی جنگ سے پہلے اپنے ساتھیوں کے جوش و جذبہ اور عزم وحوصلہ (morale) کو پرکھے اور نظم (discipline) کی حالت کو دیکھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی غزوۂ بدر سے قبل مشاورت کی تھی کہ مسلمانو! ایک طرف جنوب سے کیل کانٹے سے لیس

ایک لشکر آ رہا ہے اور دوسری طرف شمال سے مال واسباب سے لدا پھندا ایک قافلہ آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک تمہیں ضرور ملے گا۔ بتاؤ کدھر چلیں؟ کچھ لوگ جو کمزوری دکھا رہے تھے انہوں نے کہا کہ چلیں پہلے قافلہ لوٹ لیں! اور جو لوگ باہمت تھے انہوں نے کہا حضور ﷺ! جو آپ ﷺ کا ارادہ ہو' جو آپ ؐ کی منشا ہو' آپ ؐ اس کے مطابق فیصلہ فرمائیے' ہم حاضر ہیں! تو یہاں بھی طالوت نے اپنے لشکریوں کا ٹیسٹ لیا کہ وہ میرے حکم کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔

﴿فَشَرِبُوْا مِنْهُ ﴾ ''تو انہوں نے اس میں سے (خوب جی بھر کر) پانی پیا''

﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ط﴾ ''سوائے اُن میں سے ایک قلیل تعداد کے۔''

﴿فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ لا﴾ ''تو جب دریا پار کر کے آگے بڑھے طالوت اور اُس کے ساتھی اہل ایمان''

واضح رہے کہ سب سے پہلی سکریننگ قبل ازیں ہو چکی تھی۔ ان میں سے جو قتال ہی کے منکر ہو گئے تھے وہ پہلے ہی الگ ہو چکے تھے۔ اب یہ دوسری چھلنی تھی۔ جو اُس میں سے نہیں نکل سکے وہ پانی پی کر بے سدھ ہو گئے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہزار آدمی مدینہ منورہ سے نکلے تھے اور پھر عین وقت پر تین سو افراد ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ تو جب طالوت اور اُن کے ان ساتھیوں نے جو ایمان پر ثابت قدم رہے تھے' دریا پار کر لیا......

﴿قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ط﴾ ''تو اُنہوں نے کہا کہ آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔''

جالوت (Goliath) بڑا قوی ہیکل اور گرانڈیل انسان تھا۔ زرہ بکتر میں اس کا پورا جسم اس طرح چھپا ہوا تھا کہ سوائے آنکھ کے سوراخ کے جسم کا کوئی حصہ کھلا نہیں تھا۔ اُس کی مبارزت کے جواب میں کوئی بھی مقابلے پر نہیں آ رہا تھا۔

﴿قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ لا كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ط﴾ ''تو کہا اُن لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے کہ انہیں (ایک دن) اللہ سے ملاقات کرنی ہے' کہ کتنی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ایک چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آ گئی اللہ کے حکم سے۔''

سو تم آگے بڑھو' ہمت کرو' اپنی کم ہمتی کا ثبوت نہ دو۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد سے تمہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔

﴿وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ ''اور اللہ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

**آیت ۲۵۰** ﴿وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ﴾ ''اور جب وہ مقابلے پر نکلے جالوت اور اس

کے لشکروں کے‘‘

بَرَزَ کے معنی ہیں ظاہر ہو جانا‘ آمنے سامنے آ جانا۔ اب دونوں لشکر میدانِ جنگ میں آمنے سامنے آئے۔ اِدھر طالوت کا لشکر ہے اور اُدھر جالوت کا۔

﴿قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا﴾ ’’تو انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے ربّ! ہم پر صبر اُنڈیل دے‘‘

’’اَفْرِغْ‘‘ کا مفہوم ہے کسی برتن سے کسی کے اوپر پانی اس طرح گرا دینا کہ وہ برتن خالی ہو جائے۔ طالوت اور ان کے ساتھی اہل ایمان نے دشمن کے مدمقابل آنے پر دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر کا فیضان فرما‘ صبر کی بارش فرما دے۔

﴿وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا﴾ ’’اور (میدانِ جنگ میں) ہمارے قدموں کو جما دے‘‘

﴿وَ انۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿﴾﴾ ’’اور ہماری مدد فرما ان کافروں کے مقابلے میں۔‘‘

یہ دعا گویا اہل ایمان کو تلقین کی جا رہی ہے کہ جب بدر کے موقع پر تمہارا کفار سے مقابلہ ہوگا تو تمہیں یہ دعا کرنی چاہیے۔

**آیت ۲۵۱** ﴿فَهَزَمُوۡهُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۟ۙ﴾ ’’تو انہوں نے مار بھگایا اُن کو اللہ کے حکم سے۔‘‘

اہل ایمان نے اللہ کے اذن سے اور اللہ کی مشیت سے دشمنوں کو شکست دی۔

﴿وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوۡتَ﴾ ’’اور داوٗدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا‘‘

یہ داوٗد وہی حضرت داوٗد d ہیں جو جلیل القدر نبی اور بادشاہ ہوئے۔ ان کے بیٹے حضرت سلیمان d تھے۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ داوٗد ایک گڈریے تھے اور جنگل میں اپنی بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک گوپیا ہوتا تھا‘ جس کے اندر پتھر رکھ کر وہ اس کو گھما کر مارتے تھے۔ نشانہ اتنا صحیح تھا کہ اس سے وہ اپنی بکریوں پر حملہ کرنے والے جنگلی جانوروں کے جبڑے توڑ دیا کرتے تھے۔ جب طالوت اور جالوت کے لشکر آمنے سامنے تھے تو داوٗد اتفاقاً وہاں آ نکلے۔ انہوں نے دیکھا کہ جالوت للکار رہا ہے کہ ہے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے؟ لیکن ادھر سب کے سب سہمے کھڑے ہیں‘ کوئی آگے نہیں بڑھ رہا۔ یہ دیکھ کر اُن کی غیرت کو جوش آ گیا۔ انہوں نے طالوت سے اس کے مقابلے کی اجازت مانگی اور کہنے لگے کہ میں تو اپنے گوپیے سے شیروں کے جبڑے توڑ دیا کرتا ہوں‘ بھلا اس نامختون کی کیا حیثیت ہے‘ میں ابھی اس کو کیفرِ کردار تک پہنچاتا ہوں۔ (واضح رہے کہ ختنہ حضرت ابراہیم d کی سنت ہے اور یہ ملتِ ابراہیمی میں ہمیشہ رائج رہا ہے۔ لیکن کفار اور مشرکین کے ہاں ختنہ کا رواج نہیں تھا۔ چنانچہ ’’نامختون‘‘ بنی اسرائیل کے ہاں سب سے بڑی گالی تھی۔) داوٗدؑ نے سپہ سالار کی اجازت سے اپنا گوپیا اور چند پتھر

اٹھائے اور دیوہیکل جالوت کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ جالوت نے ان کا مذاق اڑایا‘ لیکن انہوں نے اپنے گوپیے میں ایک پتھر رکھ کر ایسے گھما کر چھوڑا کہ وہ سیدھا آنکھ کے سوراخ سے پار ہو کر اس کے بھیجے کے اندر اتر گیا اور جالوت وہیں ڈھیر ہو گیا۔

﴿وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ﴾ ’’اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا کی اور جو کچھ چاہا اسے سکھا دیا۔‘‘

طالوت نے داؤدؑ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا‘ اس طرح وہ طالوت کے داماد ہو گئے۔ پھر طالوت نے انہی کو اپنا وارث بنایا اور یہ بادشاہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد d کو حکومت وسلطنت بھی عطا فرمائی اور حکمت و نبوت سے بھی نوازا۔ ان دونوں اعتبارات سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو سرفراز فرمایا۔ یہ سب انعامات اس واقعے کے بعد حضرت داؤد d پر ہوئے۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ اللہ نے انہیں سکھایا جو کچھ کہ اللہ نے چاہا۔

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾ ’’اور اگر (اس طریقے سے) اللہ ایک گروہ کو دوسرے کے ذریعے سے دفع نہ کرتا رہتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا‘‘

زمین میں جب بھی فساد ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کوئی شکل ایسی پیدا کرتا ہے کہ کسی اور گروہ کو سامنے لا کر مفسدوں کا خاتمہ کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین میں فساد ہی فساد پھیل گیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جنگوں کے ذریعہ سے فسادی گروہوں کا خاتمہ فرمایا ہے۔ ہر بڑا فرعون جو آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مقابل کسی موسیٰ کو کھڑا کر دیتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر سرکش اور فسادی کے لیے کوئی نہ کوئی علاج تجویز کیا ہوا ہے۔

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ ’’لیکن اللہ تعالیٰ تو تمام جہانوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔‘‘

**آیت ۲۵۲** ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ﴾ ’’یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپؐ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں حق کے ساتھ۔‘‘

یہ قول گویا حضرت جبرائیلؑ کی طرف منسوب ہو گا۔ یہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمانوں سے خطاب ہے کہ یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپؐ کو سنا رہے ہیں حق کے ساتھ۔ یہ ایک با مقصد سلسلہ ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۝﴾ ’’اور یقیناً (اے محمد ﷺ) آپؐ (اللہ کے) رسولوں میں سے ہیں۔‘‘

**آیت ۲۵۳** ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ’’ان رسولوںؑ میں سے ہم نے بعض

کو بعض پر فضیلت دی ہے۔''

یہ ایک بہت اہم اصول بیان ہو رہا ہے۔ یہ بات قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے کہ ''تفریق بین الرسل'' کفر ہے' جبکہ ''تفضیل'' قرآن سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی پہلو سے فضیلت بخشی ہے اور اس اعتبار سے وہ دوسروں پر ممتاز ہے۔ چنانچہ جزوی فضیلتیں مختلف رسولوں کی ہو سکتی ہیں' البتہ کلی فضیلت تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام پر محمدٌ رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔

﴿مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ﴾ ''ان میں سے وہ بھی تھے جن سے اللہ نے کلام فرمایا''

یہ حضرت موسیٰ d کی فضیلت کا خاص پہلو ہے۔

﴿وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ﴾ ''اور بعض کے درجات (کسی اور اعتبار سے) بڑھا دیے۔''

﴿وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ﴾ ''اور ہم نے عیسیٰ ابن مریمؑ کو بڑے کھلے معجزے دیے''

﴿وَاَيَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ﴾ ''اور ان کی مدد فرمائی روح القدس (حضرت جبرائیل d) کے ساتھ۔''

﴿وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقۡتَتَلَ الَّذِيۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ﴾ ''اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد آنے والے آپس میں نہ لڑتے جھگڑتے''

یعنی نہ تو یہودیوں کی آپس میں جنگیں ہوتیں' نہ یہودیوں اور نصرانیوں کی لڑائیاں ہوتیں' اور نہ ہی نصرانیوں کے فرقے ایک دوسرے سے لڑتے۔

﴿مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنٰتُ﴾ ''اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح تعلیمات آ چکی تھیں''

﴿وَلٰـكِنِ اخۡتَلَفُوۡا﴾ ''لیکن انہوں نے اختلاف کیا''

﴿فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ كَفَرَ﴾ ''پھر کوئی تو اُن میں سے ایمان لایا اور کوئی کفر پر اڑا رہا۔''

﴿وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقۡتَتَلُوۡا﴾ ''اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے۔''

یعنی اگر اللہ تعالیٰ جبراً تکوینی طور پر ان پر لازم کر دیتا تو وہ اختلاف نہ کرتے اور آپس میں جنگ و جدال سے باز رہتے۔

﴿وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَفۡعَلُ مَا يُرِيۡدُ ‏﴾ ''لیکن اللہ تو کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اس حکمت پر بنایا ہے کہ دنیا کی یہ زندگی آزمائش ہے۔ چنانچہ آزمائش کے لیے اُس نے انسان کو آزادی دی ہے۔ تو جو شخص غلط راستے پر جانا چاہتا ہے اسے بھی آزادی ہے اور جو صحیح راستے پر آنا چاہے اسے بھی آزادی ہے۔

❁❁❁